فن

تاریخ گوئی کی ابتدا (باب اوّل)

از

ڈاکٹر آفتاب احمد خاں ڈبل ایم، اے. پی، ایچ، ڈی (لیکچرر)

عربی الاساس رسم الخط والی زبانوں میں تاریخ گوئی کی روایت عام رہی ہے، خصوصاً فارسی اور اردو زبانوں میں جس کی بنیاد عربی زبان کے اٹھائیس حروف تہجی پر قائم ہے۔ تہجی کے معنی ہجے کرنا۔ اور حروف مفردہ کو اعراب کے ساتھ ملا کر پڑھنے یعنی تلفظ نکالنے کے ہیں۔ کنایۃً الف سے لے کر یا (ی) تک تمام حرفوں کو حروفِ تہجی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں حروفِ مبانی، حروفِ مفردہ اور حروفِ منفصلہ بھی کہتے ہیں۔ اِن حروفِ ہجائیہ کو لکھنے کے اہلِ علم نے دو طریقے مقرر کئے ہیں جنہیں "ترتیب تعلیمی" اور "ترتیب ابجدی" کہتے ہیں۔ ترتیبِ تعلیمی میں یکساں شکل والے حرفوں کو پاس پاس لکھا جاتا ہے یعنی ا، ب، ت، ث، ج، ح وغیرہ تاکہ نو آموز طلبہ کو سیکھنے میں آسانی رہے چونکہ اس ترتیب کے پہلے چار حرفوں کو ملا کر پڑھیں تو کلمہ "ابتث" بنتا ہے اس لئے اسے "ترتیبِ ابتث" بھی کہتے ہیں۔ جدید ترین تحقیق کی رو سے اس ترتیب کا موجد ابنِ مقلہ (م ۳۲۸ھ / ۹۴۰ء) کو بتلایا جاتا ہے [1] دوسری ترتیب میں جسے طریقہ ابجدی کہتے ہیں، حروف کو عبرانی اور یونانی حروفِ ہجائی کی ترتیب سے لکھتے ہیں یعنی ا، ب، ج، د، ہ، و، ز، ح، ط، ی وغیرہ سے آخر تک۔ کیونکہ اس ترتیب کے پہلے چار حرفوں کو ملا کر پڑھنے سے لفظ "ابجد" بنتا ہے لہٰذا اسے ترتیب ابجدی کا نام دیا گیا اور یہی قدیم ترتیب ہے [2] جس میں ہر حرف کی ایک سے ہزار تک قیمت مقرر ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ عربی زبان کے مذکورہ حروف تہجی سب سے پہلے حضرت

---

[1] مقالہ "اردو حروفِ تہجی" از ڈاکٹر ابو محمد سحر مشمولہ ماہنامہ شاعر جلد ۵۷ شمارہ ۳ و ۴ ص ۸۔

[2] فنِ تحریر کی تاریخ از محمد اسحاق صدیقی ص ۲۱ و ۲۳۵ مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ۱۹۶۲ء

آدمؑ پر نازل ہوئے کیونکہ انہیں کائنات کی تمام اشیاء کے نام، ان کی حقیقت اور اصول و اساس کا علم عطا کیا گیا تھا۔ اس خیال کی بنیاد قرآن پاک کی آیت " وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسْمَاءَ کُلَّھَا " (۳۱:۲) پر رکھی گئی ہے یعنی (پھر تب ایسا ہوا کہ مشیت الٰہی نے جو کچھ چاہا ظہور میں آگیا) اور آدمؑ نے یہاں تک معنوی ترقی کی کہ) تعلیم الٰہی سے تمام چیزون کے نام معلوم کرلئے۔[۱] تسلیم سہسوانی اور ولا مدراسی نے مختلف حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ :سب سے پہلے جو چیز حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی (وہ) حروف ہجا تھے[۲] کیونکہ انہیں خلافت فی الارض کے فرائض تفویض کرنے سے قبل زیور علم سے آراستہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ منقولہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے، محققین نے حضرت آدمؑ پر نازل شدہ حروفِ تہجی کو "ترتیب تعلیمی" کے عین مطابق قرار دیا ہے اس ترتیب تعلیمی کو، جسے ابجد آدم یا "ابتث آدم" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جس میں تمام حرفوں کی قیمت ایک سے ہزار تک مقرر کی گئی ہے، ذیل میں ایک جدول کی شکل میں درج کیا جاتا ہے۔

الفاظ	ابتث				جحخد				ذرزس			
حروف	ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د	ذ	ر	ز	س
اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰
الفاظ	شصضط				ظعغف				قکلم			
حروف	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق	ک	ل	م
اعداد	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰
الفاظ	نوھی											
حروف	ن	و	ھ	ی								
اعداد	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰								

۱ ترجمہ مولانا آزاد ترجمان القرآن ۲: ۲۳ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی ۱۹۶۶ء

۲ ملہم تاریخ ص۸ (ترجمہ مخمّص تسلیم) از اقتدار احمد ساحر سہسوانی مطلع العلوم مراد آباد ۱۹۱۲ء نیز غرائب الجمل از نواب۔ عبدالعزیز ولا مدراسی ص۲۵ و ۲۶ عزیز المطابع حیدر آباد ۱۳۲۶ھ /۱۹۰۸ء

۳ ملاحظہ ہو ملہم تاریخ ص۷، غرائب الجمل ص ص۲۵ و ۳۸ نیز مقالہ فنِ تاریخ گوئی مولانا میر نذر علی کاکوروی مشمولہ پندرہ شاعر آگرہ ص۸ بابت یکم ستمبر ۱۹۳۱ء۔

اس جدول سے اندازہ ہوگا کہ اس کے ساتوں کلمے چہار حرفی ہونے کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کا پہلا حرف مفتوح، دوسرا مکسور، تیسرا مضموم اور چوتھا ساکن ہے یعنی اَبِتُثْ، جَحِخُدْ، ذَرِزُسْ وغیرہ اس لیے راقم الحروف کے خیال میں انہیں ابجد کے بجائے "ابتث آدم" کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ بظاہر ابتث آدم کے یہ کلمات بے معنی معلوم ہوتے ہیں لیکن ممکن ہے سریانی یا عبرانی زبان میں ان کے کچھ معانی و مطالب رہے ہوں۔ [1] ابتث آدمؑ کو کبھی کوئی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی اور اگر کبھی کوئی مقبولیت حاصل رہی بھی ہوگی تو وہ طوفانِ نوحؑ کے ساتھ ہی غرقِ آب ہو گئی۔ صاحبِ غرائب الجمل کے خیال میں اگر کوئی تاریخ گو اس ابتث آدمؑ میں تاریک بر آمد کرے تو اس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا بلکہ اس کا موجد کہلائے گا، بشرطیکہ اس کی صراحت کر دے۔ [2] اسے ابجد شمسی بھی کہتے ہیں۔

عربی حروف ہجا کو لکھنے کا جو دوسرا طریقہ رائج ہے اسے ترتیب ابجدی کہتے ہیں۔ فن تاریخ گوئی سے متعلق تصنیفات میں اسے "ابجد نوحی" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اس ابجد نوحی کا دائرہ وسیع ہے چنانچہ اس کے مقررہ اعداد کے ذریعہ تاریخیں بر آمد کرنے کے علاوہ دیباچوں اور مضامین کے صفحات پر نمبر لگانے، اُصطر لابوں (Astrolabes) اور گھڑیوں، تعویذ و طلسمات اور فال و رمل کے عملیات اور ٹونے ٹوٹکے وغیرہ کے اعداد لکھنے میں بھی ابجدی حروف ہی کا استعمال ہوتا ہے۔ یورپ میں اس کے لئے رومی (Roman) حروف کا استعمال ہوتا ہے۔ ابجدِ نوحی کے آٹھ کلمات ہیں۔ جن کے حروف کو ان کی عددی قیمتوں کے ساتھ ذیل کی جدول میں درج کیا جاتا ہے:

الفاظ	ابجد				ھوز			حطی		
حروف	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی
اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰

[1] دیکھئے ملہم تاریخ ص ۷ اور غرائب الجمل ص ۳۸

[2] غرائب الجمل ص ۳۸۔ ابتثِ آدم میں اعجاز جود چپوری کی ایک تاریخ ملاحظہ ہو:

حرف میں ہے روح مدغم سی ذرا — اک توجہ چاہئے کم سی ذرا
سن عیاں ہو رنگ پر آئے اگر — "صرف تاب ابجد شمسی ذرا" ۱۹۷۲ء

(دیکھئے نوشتۂ تاریخ از اعجاز جود چپوری ص ۶۹ مطبوعہ دبیر پرنٹنگ پریس حیدر آباد (پاکستان) ۱۹۷۲ء

الفاظ	کلمن				سعفص				قرشت			
حروف	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
اعداد	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰

الفاظ	ثخذ			ضظغ		
حروف	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
اعداد	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

ابجد نوحی کے ان مروجہ کلمات کو ابجد قمری بھی کہتے ہیں کیونکہ عربوں نے منازلِ قمر کی تعداد بھی اٹھائیس قرار دی ہے۔ قدماء نے بھی کرۂ فلکی کو اٹھائیس منازلِ قمر پر ہی تقسیم کیا تھا[1] اور عربی حروفِ تہجی کی تعداد بھی اٹھائیس ہی ہے۔[2] دلچسپ بات یہ ہے کہ اب اگر مذکورہ بالا جدول پر نظر ڈالی جائے تو ان میں ابجد، کلمن، سعفص اور قرشت چہار حرفی الفاظ ہیں اور باقی تین حرفی یعنی ہوز، حطی، ثخذ اور ضظغ۔ باعتبارِ اعداد ان کا شمار اس طرح ہے کہ "ابجد" کے الف سے "حط" کے طا (طوے) تک بالترتیب تمام نو حرفوں کو ایک سے نو تک اکائی (احاد) کے تحت شمار کیا جاتا ہے اور "حطی" کی "یا" سے "سعفص" کے "صاد" تک نو حروف کو ترتیب وار دہائی (عشرات) کے ذیل میں رکھا جاتا ہے یعنی دس سے نوے تک۔ باقی قاف قرشت سے ظائے ضظغ تک نو حرفوں کو علیٰ قدرِ مراتب سیکڑے (مات) کے ضمن میں رکھتے ہیں یعنی سو سے نو سو تک اور آخری حرف غ معجمہ کو ہزار (الف) کی قیمت میں شمار کیا جاتا ہے۔

کسی فارسی گو شاعر نے ان ابجدی حروف کی قدروں کو آسانی سے یاد رکھنے کے لئے ذیل کا قطعہ لکھا ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو مقالہ "واقعاتِ سیرت نبویؐ میں توقیتی تضاد اور اس کا حل" از مولانا اسحٰق النبی علوی رامپوری مشمولہ ماہنامہ برہان دہلی بابت جون ۱۹۶۴ء ص ۳۳۱ نیز شمس المعارف

[2] مقدمہ ابن خلدون ۱:۲۰۵ ترجمہ مولانا راغب رحمانی دہلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۷ء

یگاں شمار زابجد حساب تا حطی چناں کہ از کلمن دِہ دِہ ست تا سعفص
ولیک از قرشت تا ضظغ بود صد صد دل از حسابِ جمل شد تمام متخلص [۱]

درگاہ پرشاد نادر کا اردو قطعہ بھی اس سلسلہ میں شہرت رکھتا ہے:

تو ابجد سے حطی تک ایک ایک گن مگر تا بہ سعفص دے دس دس بڑھا
پھر آگے سے سو سو فزوں کرکے یار دل اپنا جمل سے لے نادر چھڑا [۲]

محوّلہ بالا دونوں قطعات مفہوم کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر کیا گیا، عربی حروف تہجی (ہجا) کی اس تحریری شکل میں ابجد سے حطی تک ایک ایک عدد کا اضافہ کرتے ہوئے تمام دس حروف کے ایک سے دس تک "عدد" شمار کیے جاتے ہیں یعنی الف کا ایک، بائے موحدہ کے دو، جیم تازی کے تین، دال مہملہ کے چار، ہائے ہوز کے پانچ، واو کے چھ، زائے معجمہ کے ساتھ، حائے حطی کے آٹھ، طائے مہملہ کے نو اور یائے تحتانی کے دس۔ اسی طرح کلمن سے سعفص تک دس دس عدد زائد کرتے ہوئے کاف عربی کے بیس، لام کے تیس، میم کے چالیس، نون کے پچاس، سین مہملہ کے ساٹھ، عین مہملہ کے ستّر، "فا" کے اسّی اور صاد مہملہ کے نوے عدد محسوب ہوں گے یعنی یائے حطی سے سعفص کے صاد تک دہائیوں کے حروف ہیں، باقی قرشت سے ضظغ کی ظوئے (ظائے معجمہ) تک نو حروف عشرات میں شامل ہیں۔ جن پر سو سو عدد بڑھائے جائیں گے اس طرح ترتیب وار قاف قرشت کے سو، رائے مہملہ کے دو سو، شین معجمہ کے تین سو، تائے فوقانی کے چار سو، ثائے مثلثہ کے پانسو، خائے منقوطہ کے چھ سو، ذال معجمہ کے سات سو، ضاد معجمہ کے آٹھ سو اور ظائے منقوطہ کے نو سو نیز آخری حرف غین معجمہ کے ایک ہزار اعداد ہوں گے۔

واضح ہو کہ ان مُمِدِ حفظ آٹھوں کلمات کے حروف و اعداد کا یہ تعلق طبعی اور عقلی نہ ہو کر محض وضعی ہے۔ [۳]

۱۔ لغاتِ ہیرا ص ۹ و ۱۴۳ مؤلفہ منشی لچھمن لال بدایونی سیٹھ ہیرالال پرنٹنگ ورکس علی گڑھ۔ مگر میر کرامت اللہ نے تیسرے مصرع کی قرأت "ولیکن از قرشت تا ضظغ شمر صد صد" لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو "مقالہ ابجد کی ایجاد" مشمولہ زمانہ کانپور ۱۹۰۸ء ص ۳۰۶ حاشیہ نمبر ۱۔
۲۔ "مراۃ خیالی" ص ۱۱۸ بحوالہ صنادید تاریخ گوئی از ڈاکٹر محمد انصار اللہ ص ۲۴۸ مشمولہ مجلہ دانش ویژہ نمبر ۵-۷
۳۔ مقدمہ ابن خلدون ۲: ۴۱۳ (اردو ترجمہ)

ولا مدراسی نے لکھا ہے کہ کلماتِ ابجد کو بعض حضرات نے بے معنی قرار دیا ہے یعنی صرف اعلام (علامت و نشان) جب کہ بعض محققین ان کو با معنی خیال کرتے ہیں، ان حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ یہ ان کے قلتِ علم کی دلیل ہے۔[1] یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں، تاہم ان کلمات کی معنویت کے متعلق مولانا غیاث الدین کے خیالات کا مطالعہ ضروری ہے۔ مولانا موصوف نے ابجد نوحی کے جملہ کلمات کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ابجد:- " اَیْ اَبِیْ وَجَدَّ فِیْ الْمَعْصِیَةِ " یعنی "پدر من کہ آدمؑ بود یافتہ شد در گناہ یعنی گناہے از و بوجود آمد" مطلب یہ کہ میرا باپ جو کہ آدمؑ تھا گناہ میں پایا گیا یعنی ان سے گناہ سرزد ہوا۔

ہوز:- " اَیْ اتَّبَعَ هَوَاہُ " یعنی "پیروی کرد ہوائے نفسانی خود را" یعنی اس (آدمؑ) نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی۔

حطی:-" اَیْ حَطَّ ذَنْبُهٗ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ " یعنی "گم کردہ شد گناہِ او بتوبہ کردن واستغفار" یعنی اس کا گناہ اس کی توبہ واستغفار سے کھو دیا گیا۔

کلمن:-" اَیْ تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ فَتَابَ عَلَیْهِ بِالْقَبُوْلِ وَالرَّحْمَةِ " یعنی "کلام کردہ بکلمہ پس قبول شد توبۂ او" یعنی ایک کلمہ سے اس نے کلام کیا پس اس کی توبہ قبول ہوئی پروردگار کی رحمت سے۔

سعفص:- " اَیْ ضَاقَ عَلَیْهِ الدُّنْیَا فَاُفِیْضَ عَلَیْهِ " یعنی "تنگ شد بر و دنیا پس ریختہ شد برو" یعنی "دنیا اس پر تنگ ہوئی اس لئے (توبہ کرنے کے بعد) اس پر (دنیا) بہادی گئی" مطلب یہ کہ بہت دی گئی۔

قرشت:- " اَیْ اَقَرَّ بِذَنْبِهٖ فَشَرُفَ بِالْکَرَامَتِهٖ " یعنی "اقرار کرد بگناہِ خویش پس شرف بکرامت یافت" یعنی "اپنے گناہ کا اقرار کیا اس لئے بزرگی اور عظمت سے مشرف ہوا۔

ثخذ:- " اَیْ اَخَذَ مِنَ اللّٰهِ قُوَّةً " یعنی "گرفت از حق تعالیٰ قوت را" یعنی "اللہ تعالیٰ سے اس نے قوت حاصل کی"۔

---

[1] غرائب الجمل ص ۱۴۱

ضظغ:- "اَیْ سَدَّ عَنْهُ نَزْغُ الشَّیْطَانِ بِالْعَزِیْمَةِ" یعنی "بند شد از و نزغ الشیطان بعزیمت اے بکلامِ حق و توحید [1]" یعنی "اس سے شیطان کا فساد اور وسوسہ (نزغ) کلامِ حق اور توحید کی برکت سے روک دیا گیا یا عزیمتِ کلامِ حق و توحید کے سبب اس سے شیطان کا شر دور ہوا"۔

کلماتِ ابجد کے مذکورہ معانی کے علاوہ درجِ ذیل معانی بھی بتلائے گئے ہیں:

ابجد:- "آغاز کرد" یعنی شروع کیا۔ ھوز:- "در پیوست" یعنی مل گیا یا ملا دیا۔ نیز آپس میں جوڑ دیا۔ حطی:- "واقف شد" یعنی واقف ہوا۔ کلمن:- "سخن گو شد" یعنی سخن گو ہوا۔ سعفص:- "از و آموخت" یعنی اس نے سیکھا۔ قرشت:- "ترتیب کرد" یعنی ترتیب دیا۔ ثخذ:- "نگاہ داشت" یعنی نگاہ رکھا گیا، حفاظت کیا گیا یا محفوظ رکھا۔ ضظغ:- تمام کرد [2] "یعنی تمام کیا۔

کلماتِ ابجد کے ان ثانی الذکر معانی کے متعلق درد کاکوروی نے لکھا ہے کہ اصلاً یہ کلمات انبیائے کرام پر نازل ہوئے تھے اس لئے ان کا مطلب جاننے والا اور ان کا موجد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں [3]۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا مذکورہ ترتیب حروف تہجی کو "ابجد نوحی" بھی کہتے ہیں لیکن ترتیب "ابتثِ آدم" اور اس ترتیب میں حروف کی تعداد یکساں (اٹھائیس) ہے۔ چنانچہ یہی ابجد نوحی عربی رسم الخط والی تمام زبانوں، خصوصاً فارسی اور اردو زبان میں بھی مروّج ہے، لیکن یہاں اس جانب بھی اشارہ ضروری ہے کہ اہلِ فارس نے پ، چ، ژ اور گاف کا اضافہ کرکے اپنے حروفِ تہجی کی تعداد بتیس ۳۲ کر لی ہے اور شناخت کے لئے ان اضافہ شدہ حروف کے نام بھی بائے فارسی، جیم فارسی، زائے فارسی اور کافِ فارسی یا کافِ بربری [4] رکھے ہیں۔ اردو میں فارسی کے ان حروف

---

[1] و [2] غیاث اللغات، ص ۱۱ مطبع اودھ اخبار کانپور مارچ ۱۹۰۴ء۔ اس فن کی دیگر کتابوں میں بھی ان کلمات کے معنی غیاث اللغات ہی سے لئے گئے ہیں۔ البتہ میر مہدی حسین ناصری اور منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی نے سعفص سے معنی "زود بیا موخت" یعنی جلد سیکھ لیا اور ثخذ کے معنی "در دل گرفت" یعنی دل میں پکڑ لیا پا لے لیا، بتلائے ہیں۔ ملاحظہ مخزن الفوائد ص ۳ مشن پریس الہ آباد ۱۹۲۲ء اور ملہم تاریخ ص ۶ [3] آیۂ کریمہ "من الشیطان نزغ"... (۳۶:۴۱) سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، نیز عزیمت اصطلاح صوفیا میں اس ورد یا دعا کو کہتے ہیں جسے خطِ حصار کے اندر بیٹھ کر پڑھتے ہیں تاکہ بلیات حصار کے اندر نہ آسکیں۔

کے علاوہ تین ہندی حرفوں ٹ، ڈ اور ڑ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور اس طرح اردو کے حروفِ تہجی کی تعداد پینتیس ہو گئی[۱] ان اضافہ شدہ حروف کی عددی قیمت وہی ہے، جو عربی میں ان کے ہم شکل حرفوں کی ہے۔ اس وضاحت کے لئے ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے:

عربی حروف	ب	ج	د	ز	ک	ر	ت
ایزادِ فارسی	پ	چ	-	ژ	گ	-	-
ایزادِ اردو	-	-	ڈ	-	-	ڑ	ٹ
اعداد	۲	۳	۴	۷	۲۰	۲۰۰	۴۰۰

اس سے اندازہ ہوگا کہ اردو، فارسی کے ان اضافی حروف کی قیمت عربی میں ان سے پہلے آنے والے حرفوں کی قیمت کے برابر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کی سب سے قدیم زبان عربی ہے۔ حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) نے اپنی تصنیف "کتاب المزہر" میں عبدالملک بن حبیب کے حوالے سے لکھا ہے کہ سب سے پہلی زبان عربی تھی جو حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی [۲]۔ حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹے ہابیل کی شہادت پر جو کلمات کہے اُسے بعض حضرات مرثیہ کہتے ہیں۔ لیکن بعضے اسے باسلوبِ نثر بھی تسلیم کرتے ہیں، مگر مرثئے کے عربی زبان میں ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔ [۳]

زبان کی ابتداء کے سلسلہ میں دیگر نظریات کی نسبت یہ قدیم ترین نظریہ ہے جس کی

۱۔ مقالہ "حروف تہجی شناخت اور تعداد" از سلیم شہزاد مشمولہ ماہنامہ کتاب نما، نئی دہلی اگست ۱۹۸۶ء ص ۲۳و۲۵، صحیفہ خوشنویساں از مولانا احترام الدین شاغل عثمانی ص ۲۳۴ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۷ء لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے یہ تعداد پچاس، مولوی سید احمد دہلوی نے اردو حروف کی مجموعی تعداد پچپن اور ان سے بہت پہلے سید انشاء اللہ خاں انشاء نے بچاسی لکھی تھی، دیکھئے حسبِ ترتیب اردو قواعد ۳۸و۴۲ تاج پبلشرز دہلی سنہ درج نہیں، فرہنگ آصفیہ ۱:۷ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۴ء نیز دریائے لطافت، ترجمہ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۱۳۱و۱۳۴ انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۸۸ء، مگر محمد اسحٰق صدیقی ۳۸ بتلاتے ہیں دیکھئے فن تحریر کی تاریخ ص ۱۳۔

۲۔ مقالہ فنِ تاریخ گوئی مشمولہ پندرہ روزہ شاعر آگرہ یکم ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۸

۳۔ برائے تفصیل ملاحظہ کیجئے مآثر الکرام ۲:۱۱ و ۱۲ مصنفہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی حیدر آباد دکن ۱۹۱۳ء ص ۱۲ پر مرثیہ کے تین شعر بھی دیئے ہیں نیز گلستانِ سخن از مرزا قادر بخش قادر ص ص ۷۵و۷۷ مطبوعہ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۲ء اور فرہنگ آصفیہ ۱:۵۵۔

بنیاد بلا شبہ الوہیت یا الہام پر ہے۔ یہود ہنود بھی اپنی قدیم زبانوں کے متعلق اسی قسم کا خیال رکھتے ہیں۔ انگریز مستشرق ہرڈر نے ۱۷۷۲ء میں زبانوں کے اس الوہی نظریہ پر دو اعتراضات وارد کئے ہیں، اوّلاً یہ کہ زبان خدا کی تخلیق ہوتی تو وہ بہت باقاعدہ ہوتی لیکن تمام زبانوں میں عجب بے اصولی و بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ زبان میں بنیادی الفاظ فعل کے مادّہ ہیں جن سے متعدد اسماء کا اشتقاق ہوتا ہے۔ اگر خدا تخلیق کرتا تو ماجرا برعکس ہوتا (اور) وہ انسان کو سب سے پہلے چیزوں کے نام سکھاتا، فعل بعد میں آتے۔[۱] سر دست یہاں ہرڈر کے پہلے اعتراض سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، البتہ دوسرے اعتراض کے سلسلہ مین کہا جاسکتا ہے کہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر عربی زبان کی قدامت اور الوہی نظریہ کا اقرار کر رہا ہے کیونکہ قرآن کریم میں برملا اعلان کیا گیا ہے کہ: "اور سکھلا دیے اللہ نے آدمؑ کو نام سب چیزوں کے"[۲] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پہلے تمام چیزوں کے نام ہی سکھائے تھے، ذاتی و صفاتی نام بھی نیز اشیاء کی حقیقت اور اوصاف و خواص بھی۔[۳] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے انسانِ اول کو بجائے افعال (Verbs) کے ابتداءً چیزوں کے نام (Nouns) ہی سکھلائے اور یہ نام بھی عقیدۂ اسلامی کی رو سے عربی زبان میں تھے۔ علامہ سیوطی کا حوالہ پہلے آچکا ہے، انہوں نے بھی اپنی تصنیف "کتاب المزہر" میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت آدمؑ پر سب سے پہلی زبان عربی ہی نازل ہوئی مگر امتدادِ زمانہ کے سبب سُریانی ہوگئی جو ملک سوران سے منسوب ہے۔ سوران ایک جزیرہ تھا جس میں حضرت نوحؑ اور ان کی قوم طوفانِ نوح سے پہلے رہتے تھے اور جو عذابِ الٰہی کے سبب طوفان میں غرقاب ہوگیا۔[۴]

کہتے ہیں کہ یہیں آدمؑ پر ماہ صیام کی پہلی شب میں دس صحیفے (بیس ورق میں) نازل ہوئے، جن میں حروفِ معجم (ابتث) اور حروفِ مقطعات کی سورۃ تھی۔[۵]

حروف مقطعات قرآن پاک کی انتیس سورتوں[۶] کے اوائل میں بھی آئے ہیں، مثلاً

---

۱ لسانی مطالعے از ڈاکٹر گیان چند جین ص ۳۶، ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۷۷ء

۲ آیت شریفہ "وعلم آدم الاسماء کلہا... الخ" ۲:۳۱ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ۔

۳ تفسیر ابن کثیر اردو ص ۹۵ کتب خانہ ہاشمیہ دیوبند یوپی نیز تفسیر حقانی "الم" کی تفسیر کے تحت۔

۴ غرائب الجمل ص ۲۷۔ ۵ ملاحظہ ہو "طالع المقدور من مطالع الدہور" ص ۶ از نواب سید محمد صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی مطبع "الکائنۃ" بھوپال ۱۳۰۱ھ نیز مقالہ "فن تاریخ گوئی" از درد کاکوروی مشمولہ پندرہ روزہ شاعر آگرہ یکم ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۸

۶ برائے تفصیل ملاحظہ ہو: The meaning of the Glorious Quran by Abdullah Yusuf Ali 1:118-120 Appendix 1

الم، حم، طٰہٰ، یٰس، الر وغیرہ، یہ کل چودہ حروف ہیں جو عربی کے تمام حروف تہجی کی مجموعی تعداد کا نصف ہیں یعنی "ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ اور ی" اگر ان حروف مقطعات کی ترکیب سازی کی جائے تو یہ بامعنی عبارت تشکیل پاتی ہے: "نص حکیم قاطع لہ سر"[1] یعنی "دانش سے (بھرپور) نص جو دلیل قاطع ہے اور جس میں اسرار ہیں" علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے "الم" کی تفسیر کے ذیل میں بعض دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ "الف" سے مراد ایک سال ہے اور "لام" سے تیس سال نیز "میم" سے چالیس سال[2]۔ گویا اہل عرب حروف ابجد کی عددی قیمتوں سے واقف تھے۔ جس کی تائید امام السیر والمغازی محمد بن اسحٰق بن یسار (م ۱۵۰ھ / ۱۵۱ھ) جن کا شمار سیرت نبویؐ کے اولین مؤلفین میں ہوتا ہے، کی بیان کردہ اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ابویاسر بن اخطب یہودی اپنے چند ساتھیوں کو لے کر ایک روز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت سورۂ بقرہ (مدنی) کی ابتدائی آیات "الم" ذالك الكتب لاريب فيه ... الخ" کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ اسے سُن کر اپنے بھائی حی بن اخطب کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آج حضور اکرمؐ کو یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے پوچھا کیا تو نے خود سنا؟ یاسر کے اثبات میں جواب دینے پر حی بن اخطب اپنے پاس جمع سب یہودیوں کو لے کر حضور انورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ "الم" کی تلاوت فرما رہے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں سچ ہے۔ جواب سن کر حی بن اخطب نے کہا: آپ سے پیشتر جتنے نبی آئے ان میں سے کسی کو بھی نہیں بتلایا گیا تھا کہ اس کا ملک اور مذہب کب تک رہے گا؟ لیکن آپ کو بتلا دیا گیا اور کھڑے ہو کر لوگوں سے کہنے لگا۔ سنو! الف کا عدد ہوا ایک، لام کے تیس اور میم کے چالیس، میزان اکہتر ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کیا تم اس نبی کی تابع داری کرنا چاہتے ہو جس کے ملک اور امت کی مدت کل اکہتر سال ہو۔ پھر حضور اکرمؐ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا کوئی اور آیت بھی ایسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن کثیر (اردو) پارہ (۱) ص ۴۸، مقدمہ ابن خلدون ۲: ۱۸۶ علامہ موصوف نے حروف مقطعات سے مرکب فقرہ "الم یسطع نص حق کرہ" بتلایا ہے

[2] تفسیر ابن کثیر اردو ص ۴۷ سورۂ بقرہ پارہ (۱)

ہاں "المص" یہ سن کر حی کہنے لگا یہ بڑی بھاری اور لمبی ہے ... جس کے اعداد کا میزان ایک سو اکسٹھ ہوتا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کیا اور بھی کوئی ایسی آیت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "الر" وہ کہنے لگا یہ بھی بہت طویل ہے جس کے کل عدد دو سو اکیس ہوتے ہیں۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور ایسی آیت بھی ہے؟ سرورِ عالمؐ نے فرمایا: ہاں "المر" حی نے تعجب سے کہا: یہ تو بہت ہی بھاری ہے جس کے حروف کا مجموعہ دو سو اکہتر ہوتا ہے۔ اب تو کام بڑا مشکل ہو گیا اور بات خلط ملط ہو گئی۔ لوگو چلو! ابو یاسر نے اپنے بھائی اور دوسرے علمائے یہود سے کہا کہ کیا تعجب ہے کہ ان تمام حرفوں کا مجموعہ حضرت محمد صلعم کو ملا ہو جن کے اعداد کا میزان سات سو چونتیس سال ہوتا ہے۔[1]

منقولہ بالا حدیث سے یہ باور کرنے میں کوئی اشکال نہیں کہ قرآن مجید حسبِ جُمل پر مبنی معجزات کا بھی حامل ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ عرب بشمول یہود حسابِ ابجد سے قوموں کے زمانۂ حکومت اور ان کے عروج و زوال کا حساب اور اندازہ بھی لگایا کرتے تھے۔

ادب و تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں کلمات ابجد اتنے عام تھے کہ عرب کے صحرا نشین (بدوی) بھی ان سے واقف تھے۔ ایک بدوی جب دربار میں آیا اور خلیفۂ ثانیؓ نے اس سے قرآن اچھی طرح پڑھنے کی بابت پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سناؤ، تو اس نے گستاخانہ جواب دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس کے درّہ مارا اور سورۂ فاتحہ لکھ کر دی۔ یہ سورۃ لے کر بدوی اپنے قبیلہ میں بھاگ گیا اور گاؤں والوں سے کہا:

اتیت مہا جرین فعلمونی ثلاثۃ احرف متتابعات

وخطوالی "اباجاد" وقالوا تعلیم "سعفصا وقریشمیات"

وما انا والکتابۃ و التہجی وما خط البنین مع البنات[2]

---

[1] دیکھئے تفسیر ابن کثیر اردو ص ۱: ۳۸ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۶ھ تفسیر حقانی آیت "الم" کی تفسیر کے تحت، مقدمہ ابن خلدون ۲: ۱۸۷ مترجمہ راغب رحمانی دہلی ۱۹۸۷ء، مقالہ فن تاریخ گوئی از مولانا میر نذر علی درد کاکوروی مشمولہ پندرہ روزہ "شاعر" آگرہ بابت ۱۵، اگست ۱۹۳۱ء ص ۸، نواب عبدالعزیز والا مدراسی نے اس حدیث کو محمد بن اسحٰق کی "سیرۃ" کے علاوہ امام بخاری کی تصنیف کتاب التاریخ، شیخ ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری کی کتاب السیرۃ قاضی بیضاوی کی تفسیر بیضاوی، جلال الدین سیوطی کی شواہد الافکار اور تفسیر درّ منثور کے حوالہ جات سے بھی بیان کیا ہے ملاحظہ ہو غرائب الجمل ص ۱۷ نیز فن تاریخ گوئی از کیپٹن منظور حسن ص ۳۳ گلوب پبلشر لاہور ۱۳۸۷ھ بحوالہ تفسیر فتح العزیز از شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی۔

[2] مقالہ "علم الکتابت، یا ابجد کی تاریخ" از مولانا عبدالرزاق مشمولہ ماہنامہ زمانہ کانپور فروری ۱۹۲۸ء ص ۱۹

ترجمہ: یعنی میں مہاجرین کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ کو پے در پے تین حرفوں کی تعلیم دی اور میرے لیے ابو جاد لکھ کر کہا کہ تم سعفص اور قریشیات کو سیکھو، حالانکہ مجھ کو لکھنے اور ہجے کرنے سے سروکار نہیں ہے اور نہ لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کو لکھنے سے۔ (ترجمہ کے لیے راقم مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب مرحوم کا شکر گزار ہے۔ مکتوب بنام راقم مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۹۶ء)

کلمات ابجد کی ایجاد سے متعلق مختلف روایات

ابجدی ترتیب کے ان آٹھ کلمات کی ایجاد اور ان کے موجد کے بارے میں اس فن کی دیگر تصنیفات اور لغات کی کتابوں میں مختلف روایات ملتی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) مسلمانوں کے عقیدہ کی رو سے حروف تہجی (ابجدین) منزل من اللہ ہیں جو مع عددی قیمت سب سے پہلے حضرت آدمؑ پر نازل ہوئے۔ جسے ابتث آدم یا آدمی ابجد کہتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت نوحؑ پر ایک نئی ترتیب میں نازل ہوئے اور یہی رائج الوقت ابجد ہے جو ہماری تاریخ گوئی کی بنیاد ہے اور ابجدِ نوحی کہلاتی ہے[۱] ایک دوسری روایت کے مطابق یہ تحریر حضرت شیثؑ پر نازل ہوئی۔[۲] اس کے برخلاف بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ابجد حضرت ادریسؑ کی ایجاد ہے جنہوں نے عربی کے اٹھائیس حروف کو ترتیب دیکر آٹھ بامعنی کلمے بنائے۔[۳] اسی لئے اسے ابجدِ ادریسی بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ابجد کے آٹھوں کلمات سُریانی (Syriac) زبان کے الفاظ ہیں جو حضرت آدمؑ، نوحؑ، ادریسؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ علی نبینا پر نازل ہوئے۔ لیکن سریانی کو دوام حاصل نہ ہو سکا اور اس کی جگہ عبرانی نے لے لی۔[۴]

(۲) کیپٹن منظور حسن کے خیال میں ابجد کے یہ کلمات الہامی ہیں۔ جملہ انبیاء کرام کو اس حساب کی تعلیم بذریعہ وحی ملتی رہی، چنانچہ اس کی ایجاد کا سہرا نبی اول حضرت آدمؑ کے سر ہی بندھتا ہے۔[۵]

(۳) مذکورہ روایات کے سلسلہ میں کسریٰ منہاس کہتے ہیں کہ "اگر تاریخی اعتبار سے اس مسئلے کا

---

۱ خیابانِ تاریخ از سید محمد علی جویا مراد آبادی ص ۷۹۶ مطبع نولکشور لکھنو، غرائب الجمل ص ۱۸

۲ خیابانِ تاریخ ص ۷

۳ ملہم تاریخ ص ۶ نیز فرہنگ آصفیہ ۱: ۸۴ سید احمد دہلوی ترقی اردو بورڈ ایڈیشن ۱۹۷۴ء فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت ص ۹ مصنفہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۴ء

۴ غرائب الجمل ص ۷ و ۸۱ بحوالہ شمس المعارف

۵ فن تاریخ گوئی صفحات ۲۳ تا ۲۵

جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہماری ابجد فیضان ہے حضرت علیؓ کا جو اسلامی عقیدہ کے مطابق باب علم تھے..... (جسے ایک واسطے سے ان کے) ایک شاگرد ابو ادریس احمد بن احمد بن کو احمد نی..... (نے) ایک نئی ترتیب دے کر ہر حرف کی جداگانہ قیمت مقرر کر دی.... (اسے ہی)..... ابجد نوحی یا ابجد ادریسی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔"[1] لیکن حضرت علیؓ کے بارے میں یہ قول اس لئے محلِ نظر ہے کہ اگر موجودہ ابجد حضرت علیؓ کا فیضان ہے تو اسلامی عقیدہ کی رو سے نبی اکرمؐ ہی کو اس کا سرچشمہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر حضرت علیؓ "باب علم" تھے تو آنحضرتؐ "مدینة العلم" جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ:

"انا مدينة العلم وعلي بابها" (میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ) نیز "انا دارالحكمة وعلي بابها"[2] (میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ) اور پھر یہ سلسلہ نبی اول حضرت آدمؑ پر جاکر منتہی ہوتا ہے۔

(۴) مولانا غیاث الدین صاحب کا قول ہے کہ "...... و بعضے نوشتہ کہ اباجاد نام بادشاہ بود کہ ابجد مخفف آنست و ہفت کلماتِ باقی اسمائے ہفت فرزندانِ اوست چنانچہ در صراح وغیرہ تصریح آں کردہ اند و بعضے نوشتہ کہ مرامر نام مردے بود کہ خط نوشتن ایجادِ اوست ایں ہشت کلمات اسامی ہشت فرزندانِ اوست۔[3]

ترجمہ: اور بعض لکھتے ہیں کہ اباجاد ایک بادشاہ کا نام تھا ابجد اس کا مخفف ہے اور باقی سات کلمات ابجد اس کے سات بیٹوں کے نام ہیں۔ چنانچہ صراح (جمال القرشی کی لغت) وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ مرامر نام کا ایک شخص تھا جس نے لکھنے کا فن ایجاد کیا، یہ آٹھ کلماتِ ابجد اسی کے آٹھوں بیٹوں کے نام ہیں۔

(۵) طامس پیٹرک ہوفز (Hughes) عربی زبان کے مشہور لغت القاموس مؤلفہ مجد الدین فیروز آبادی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ابجد کے پہلے چھ کلمات مدین کے چھ مشہور

---

[1] دیکھئے فنِ تاریخ گوئی ص ۲۳ تا ۲۵ نقوش پبلشرز لاہور ۱۹۸۹ء

[2] ملاحظہ ہو مقالہ "معارف الحدیث" (کتاب المناقب والفضائل) از مولانا محمد منظور نعمانی مشمولہ ماہنامہ الفرقان لکھنو اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۳۰

[3] غیاث اللغات ص ۱۱

بادشاہوں کے نام ہیں اور آخری دو کلمات (ثخذ ضظغ) کا عربوں نے بعد میں اضافہ کیا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ آٹھوں کلمات ابجد عربی حروف کے مخترع مرامر بن مرا کے آٹھ بیٹوں کے نام ہیں۔ [1] اس کے علاوہ بعض حضرات نے ان کلمات کو دیووں، شیاطین اور جنوں کے نام سے منسوب کیا ہے۔ [2]

(۶) میر کرامت اللہ کے نزدیک الفاظ ابجد کا موجد ابوادریس احمد بن احمد بن احمد کوفی ہے، جس نے اہل روما کی تقلید میں عربی حروف ابجد کو ایک سے ہزار تک اعداد سے نسبت دی اور اسی بنا پر لوگوں نے اس کا نام ابجد ادریس رکھا۔ [3]

(۷) علامہ عنایت اللہ مشرقی اہل بابل کو ابجد کا موجد مانتے ہیں۔ [4]

(۸) ڈاکٹر حسن الدین احمد (حیدر آباد) کے نزدیک حساب جمل عربوں سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا چنانچہ سنسکرت حروف تہجی میں مفرد حروف کے علاوہ مخلوط حروف کی قیمت بھی متعین ہے اور سنسکرت میں اسی وجہ سے حروف کے مقابل اعداد ایک سے لے کر ایک سنکھ تک ہیں۔ جسے اشاراتی علم (Nomeroleg) یا سنکیت ودیا کہتے ہیں۔ اس سے مختلف ڈاکٹر موصوف یہ نظریہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ابجد کی ایجاد فنیقی قوم نے کی کیونکہ ان کا جہاز رانی سے گہرا تعلق تھا اور وہ فاصلوں کی پیمائش کے سلسلہ میں اعداد کے بجائے حرفوں کو کام میں لاتے تھے اور مجموعہ حروف سے جن کی انہوں نے قیمت مقرر کر رکھی تھی، کلمے بناکر فاصلوں کا حاصل جمع ظاہر کیا کرتے تھے۔ [5]

(۹) بقول شیخ محمد اکرام اہل عرب حساب ہندی نیز ارقام ہندیہ سیکھنے سے پہلے اعداد کو لفظوں میں لکھتے تھے پھر حروف ابجد میں لکھنے لگے۔ [6]

---

[1] Cit: Doctionary of Islam P.3 By Thomas Patrick Hughes Ist Indian Edition 1976 New Delhi

[2] فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت ص ۹ نیز انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱:۹۸ (A.B) ۱۹۶۰ء

[3] برائے تفصیل دیکھئے مقالہ ابجد کی ایجاد، ماہنامہ زمانہ ۱۹۰۸ء، ص ۳۰۵ و ۳۰۶، معلم تاریخ از منشی اودھم سنگھ امرتسری ص ۱۲ خادم التعلیم اسٹیم پریس امرتسر ۱۹۱۲ء اور کسری منہاس ص ۲۳ تا ۲۵

[4] فن تاریخ گوئی از کیپٹن منظور حسن ص ۲۹، فن تحریر کی تاریخ ص ۱۶۸ تا ۱۶۹۔

ع لیکن ابن ندیم نے حروف روادف ث، خ، ذ، ظ، ش، غ (ثخذ، ضظغ) بتلائے ہیں (دیکھئے الفہرست ابن ندیم ۱:۶ طبع مصر)

[5] مقالہ تاریخ گوئی غیر مطبوعہ ورق ۴

[6] آب کوثر ص ۳۲ مصنفہ محمد اکرام تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۷ء

(۱۰) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابجد کی ایجاد فنیقی[۱] (Phoenician) قوم نے کی جو بحر روم کے مشرقی ساحل پر فلسطین کے شمال (بائیں جانب) میں آباد تھی اور اس زمانہ میں یہ علاقہ فنیقیہ کہلاتا تھا۔ خط کی تیسری ارتقائی منزل جسے ابجد کہتے ہیں، فنیقی زبان ہی سے آئے ہیں۔ فنیقیوں نے ہر ایک حرف کو کسی جانور یا چیز کے نام کی پہلی آواز کے برابر مقرر کیا اور اس اسم کو حرف کا نام دے دیا۔ اس طرح پہلے حرف کو الف قرار دیا جس کے معنی بھینس یا بیل کے ہیں اور چونکہ الف کی پہلی آواز "آ" تھی اس لیے الف نام ہوا۔ دوسرا حرف فنیقیوں نے "بت" قرار دیا جو عربی لفظ بیت کی اصل ہے اور گھر کے معنی دیتا ہے لہٰذا "الفابت" یا "الفباء" کی اصطلاح انہیں دو فنیقی لفظوں سے بنی ہے باقی حروف بھی اسی ترتیب سے بنائے گئے ہیں۔[۲] لیکن سامی زبان جو فنیقی سے قدیم تر ہے اس میں بھی حروف ہجا کی ترتیب بعینہٖ موجود ہے اور یہ دونوں خط بنیادی طور پر ایک ہیں۔[۳]

(۱۱) ایجادِ ابجد کے سلسلہ میں نواب عبدالعزیز ولا مدراسی نے حدیثِ حروفِ مقطعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حسابِ جمل قدیم زبانوں مثلاً عبرانی زبان وغیرہ کا مشہور فن ہے اور توریت میں بکثرت استعمال ہوا ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کے ۶۱۳ احکام کو (توریت میں) "تریغ" مصوب کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور لفظ "تریغ" میں "عین" کے تین عدد شمار کیے ہیں۔[۴]

(۱۲) کیپٹن منظور حسن اس فن کو عجمیوں کی ایجاد بتلاتے ہیں لیکن ان کے نزدیک یہ دعویٰ اسی طرح بلا دلیل ہے جس طرح یہ دعویٰ کہ یہ فن عربوں کی ایجاد ہے اور کہتے ہیں کہ حسابِ جمل کے موجد کی نسبت کچھ سراغ نہیں ملتا کہ اعدادِ ابجد کس بزرگ کی عالی دماغی کے مرہونِ منت ہیں[۵] منظور حسن صاحب کا یہ خیال غالباً میر غلام علی آزاد بلگرامی سے ماخوذ ہے جن کے نزدیک یہ پتا نہیں چلتا ہے کہ حسابِ جمل کا واضع کون ہے اور حروفِ تہجی کے بالمقابل اعداد کو کس نے قائم کیا۔[۶]

(جاری)

---

[۱] فنیقی قوم کو عبرانی میں کنعانی اور آرامی بھی کہتے ہیں، اہل عرب ان کو ارم کہتے ہیں، قرآن پاک میں بھی ان کا نام ارم ع آیا ہے (سورۂ فجر آیت ۷) یہ قوم شام کے ساحلی علاقوں میں آباد تھی جو بحری راستوں سے تجارت کیا کرتے تھے ان کا مورث اعلیٰ ارم بن سام بن نوح تھا۔ دیکھیے تاریخ ابن قتیبہ ص ۱۹، ۱۹۷۸ء

[۲] تاریخ ادبیات ایران از ڈاکٹر رضا زادہ شفق مترجمہ سید مبارز الدین رفعت ص ۱۵، ندوۃ المصنفین دہلی فروری ۱۹۸۸ء

[۳] فن تحریر کی تاریخ ص ۱۵۴ [۴] غرائب الجمل ص ۱۷ اور ۲۳ [۵] فن تاریخ گوئی ص ۲۷

[۶] غرائب الجمل ص ۱۸ بحوالہ سبحۃ المرجان جس کی عربی عبارت یہ ہے: "ما وقفت علیٰ من وضع قاعدۃ الجمل وقدر حروف التہجیہ بازاء الاعداد"